”دن سال کے برابر ہوتے ہیں“ رسول کریم ﷺ کی عظیم الشان پیشگوئی کا پورا ہونا اور جماعت کا ایک سنگ میل عبور کرنا

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ / جون ۱۹۹۳ء بمقام نارتھ کیپ)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے فرمایا:۔

آج کا جمعہ ہم ناروے کے انتہائی شمالی مقام جسے یہاں نارتھ کیپ کہا جاتا ہے اور انگریزی میں North Cape کے نام سے مشہور ہے وہاں ادا کر رہے ہیں ۔ یہ مقام اوسلو سے پچیس سو (2500) کلومیٹر دور یعنی 1550 میل دور شمال کی طرف واقع ہے اور نارتھ پول سے 2110 کلومیٹر یعنی 1308 میل جنوب میں واقع ہے اور یہ تمام علاقہ جو North Cape سے اردگرد کا علاقہ ہے اس میں اس وقت تین مہینے کا دن چڑھا ہوا ہے اور اس علاقے میں تین مہینے تک سورج غروب نہیں ہوتا اسی طرح سردیوں میں اس علاقے میں تین مہینے کی رات آجاتی ہے ۔ یہ وہ جگہ ہے جو یورپ کا انتہائی شمالی خشکی کا مقام ہے اور گرین لینڈ جزیرے میں بھی جو آباد حصہ ہے اس سے بھی زیادہ شمال کی طرف واقع ہے ۔

یہ جمعہ ہمارے لئے ایک غیر معمولی تاریخی حیثیت اختیار کر گیا ہے کیونکہ یہاں جمعہ ادا کرتے ہوئے حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی ایک پیشگوئی یاد آتی ہے جس کا ظہور تو ایک لمبے عرصہ سے ہو چکا ہے لیکن بعض پہلوؤں سے وہ ابھی تشنۂ تکمیل تھی اور آج خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارے اس قافلے کو یہ عظیم تاریخی سعادت نصیب ہو رہی ہے کہ اس پہلو سے بھی حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ

کی عظیم الشان پیشگوئی کو پورا کرنے والے بنیں۔

ایک موقع پر دجال کا ذکر کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے ایسے دنوں کا بھی ذکر فرمایا جو سال کے برابر لمبے ہو سکتے ہیں اور وہ دجال کے زمانے میں آنے تھے۔ اسی طرح ان دنوں کے ذکر میں فرمایا کہ بعض دن نسبتاً چھوٹے مہینوں تک ہوں گے بعض ہفتوں تک ہوں گے اور بعض سال کے برابر بھی ہوں گے اور ان انتہائی دنوں کے درمیان عام روزمرہ کے دن بھی ہوں گے یعنی دجال کے زمانے میں یہ باتیں بیک وقت نمودار ہوں گی۔ جس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ کہیں سال کا دن بھی ہوگا۔ کہیں چھ چھ مہینے کا دن بھی ہوگا کہیں تین مہینے کا، کہیں ہفتے کا اور باقی دن برابر ہوں گے یعنی عام روزمرہ کے دن ہوں گے۔ (مسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال)

یہ پیشگوئی بہت ہی عظیم الشان پیشگوئی ہے کیونکہ تمام مذہبی کتب کا مطالعہ کر کے دیکھیں کہیں اشارۃً یا کنایۃً بھی ایسا کوئی ذکر نہیں ملتا کہ دن چوبیس گھنٹے سے لمبے بھی ہو سکتے ہیں اور چودہ سو سال پہلے تو یہ تصور بالکل عنقا تھا۔ اس کا وہم وگمان بھی کسی انسان کے ذہن میں نہیں آسکتا تھا اور پھر یہ عجیب بات کہ بیک وقت کچھ دن لمبے اور کچھ دن چھوٹے ہوں گے یہ ایک حیرت انگیز معمہ تھا جو اس زمانے کے انسان سمجھ نہیں سکتے تھے، نہ کسی کا تصور اس بات تک پہنچ سکتا تھا سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ خود اپنے محبوب رسول حضرت محمد مصطفی ﷺ کو خبر دیتا اور ایسا ہی ہوا۔

ایک لمبے عرصہ تک یہ پیشگوئی مسلمان مفکرین اور علماء کے لئے مبہم بنی رہی وہ سوچتے تو ہوں گے کہ اس کا کیا مطلب ہے لیکن سمجھ نہیں سکتے تھے کیونکہ یہ باتیں ابھی نہیں آئی تھیں۔ پھر اس آخری زمانہ میں جب دجال کا یعنی مغربی عیسائی قوموں کا عروج ہوا ہے اور عیسائیت نے دنیا پر غلبہ پایا ہے تو اس دور میں یہ باتیں دریافت ہوئیں اور یہ شمالی پول اور جنوبی پول کے قصے ہمارے سامنے آئے۔ یہاں ایک سوال کا حل کرنا ضروری ہے کہ آنحضور ﷺ نے جہاں ایک سال کا دن فرمایا ہے اگر دن کی روشنی کے دن کو شمار کیا جائے تو ایسی کوئی جگہ نہیں ہے بلکہ اگر دن کو چوبیس گھنٹے کا دن تصور کیا جائے تو پھر یقیناً شمالی قطب میں بھی اور جنوبی قطب میں بھی ایک سال کا دن ضرور آتا ہے اور جیسا کہ حدیث کے الفاظ سے ثابت ہے کہ ایک دن میں پانچ نمازوں کا ذکر ملتا ہے۔ اس سے قطعی طور پر پتا چل جاتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب دن کی بات فرما رہے تھے تو جیسا کہ روزمرہ کا محاورہ ہے دن میں

رات کو بھی شامل فرمالیا اور ایک دن سے مراد چوبیس گھنٹے کا دن ہے نہ کہ 12 گھنٹے کا دن۔ جب یہ بات سمجھ آئے تو پھر یہ پیشگوئی بعینہٖ من وعن پوری ہوتی دکھائی دیتی ہے کیونکہ قطب شمالی میں مسلسل 6 مہینے کی رات اور مسلسل چھ مہینے کا دن ہوتا ہے۔ یعنی 6 مہینے روشنی کے اور 6 مہینے اندھیرے کے اور یہ دونوں مل کر ایک سال بن جاتا ہے۔ پس قطب شمالی اور قطب جنوبی کو دیکھیں تو یہ پیشگوئی بڑی شان کے ساتھ من وعن پوری ہوتی دکھائی دے رہی ہے کہ ایک سال کا دن قطب شمال پر چڑھتا ہے اور ایک سال ہی کا دن قطب جنوبی پر چڑھتا ہے اور درمیان کے علاقے تقسیم ہوئے ہیں۔

پس یہ جو تین مہینے کا دن کا علاقہ ہے اس کا اصل معنی یہ ہے کہ یہ 6 مہینے کا دن ہے کیونکہ تین مہینے کا روشنی کا عرصہ ہے اور تین مہینے کا اندھیرے کا عرصہ ہے اور دن میں چونکہ روشنی اور اندھیرے کے عرصے اکٹھے شمار ہوتے ہیں اس لئے ہمیں یہ سمجھنا چاہئے کہ ہم ایسے علاقہ میں آ گئے ہیں جہاں 6 مہینے کا دن ہے اور 6 مہینے کی رات۔ اس موقع پر جب حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ یہ حیرت انگیز پیشگوئی فرما رہے تھے تو ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا اگر ایک سال کا دن ہوگا تو ہم ایک سال میں پانچ نمازیں پڑھیں گے۔ اس سے ہی پتا چلتا ہے کہ دن سے آنحضور ﷺ کی مراد صرف روشنی کا دن نہیں بلکہ چوبیس گھنٹے کا دن تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں تم اندازہ لگایا کرو اور جس طرح عام علاقوں میں پانچ نمازیں پڑھتے ہو اسی طرح اس وقت کی نسبت کے ساتھ جو عام علاقوں میں مجرب وقت ہے تمہارے تجربہ میں آتا ہے اس کے مطابق چوبیس گھنٹے کے اندر پانچ پانچ نمازیں پڑھا کرو، یہ لفظ چوبیس گھنٹے تو استعمال نہیں ہوئے لیکن حدیث کے الفاظ سے بات بالکل واضح ہے کہ نمازوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ وہ چوبیس گھنٹے کے دن کے مطابق پڑھی جائیں گی اور ہر چوبیس گھنٹے کے بعد پانچ پانچ نمازیں اندازے سے مقرر کرنی ہوں گی۔

اب وہ پیشگوئی جس کا میں نے ذکر کیا ہے کہ اس کا ایک پہلو ایسا ہے جسے آج ہم خدا کے فضل کے ساتھ پورا کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ان علاقوں میں مسلمانوں نے پہلے نمازیں پڑھی ہوں گی۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس بارہ میں کوئی بھی شک ہوگا کیونکہ Alaska کے شمال میں مَیں جانتا ہوں کہ بعض احمدی گئے ہیں اور پانچ وقت کی نمازیں ایک دن کے اندازے سے انہوں نے وہاں پڑھی ہیں۔ ہمارے ایک دوست حمید اللہ شاہ صاحب کینیڈا کے شمال

میں ایک خدمت سرانجام دے رہے ہیں وہ بھی پانچ وقت کے لحاظ سے نمازیں پڑھتے ہیں اور روزے بھی رکھتے ہیں اس لئے یہ کہنا کہ یہ پیشگوئی آج پہلی دفعہ پوری ہو رہی ہے یہ درست نہیں ہوگا۔ جو پہلو میرے ذہن میں ہے وہ یہ ہے کہ جہاں تک میں نے نظر دوڑا کر دیکھا ہے مجھے اس بات کا کوئی امکان دکھائی نہیں دیتا کہ آج سے پہلے ایسے علاقوں میں جہاں چھ مہینے کا دن چڑھا ہو یا چوبیس گھنٹے سے زائد کا کہیں دن ہو وہاں باقاعدہ کبھی پانچ وقت کی نمازیں ایک جگہ باجماعت ادا کی گئی ہوں اور پھر جمعہ اس طرح باجماعت ادا کیا گیا ہو کہ امت مسلمہ کے ہر طبقے کی نمائندگی اس میں ہوگئی ہو۔ مثلاً انصار کی عمر کے لوگ بھی ہوں، خدام کی عمر کے لوگ بھی ہوں، بچے بھی ہوں، مرد بھی ہوں اور عورتیں بھی ہوں یہ واقعہ میرے اندازے کے مطابق پہلی دفعہ رونما ہو رہا ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی امت کو ان غیر معمولی وقت کے علاقوں میں باقاعدہ باجماعت پانچ نمازیں پڑھنے کی توفیق ملی اور یہ سلسلہ کل سے شروع ہوا۔ کل ہم نے مغرب اور عشاء کی نمازیں یہاں ادا کیں اور اس کے بعد یہاں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ ہمارے اندازے کے مطابق صبح کا وقت ہوا اور پھر صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد یہاں سے اس کیمپ کی طرف روانہ ہوئے جہاں ہمارا قیام ہے اور پھر اب جمعہ کے لئے آگئے ہیں جہاں جمعہ کے ساتھ عصر کی نماز بھی پڑھی جائے گی۔ پس اس پہلو سے اس طرح باجماعت پانچ نمازیں یہاں ادا کی گئی ہیں کہ اس میں مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی اور بچے بھی سب خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میں شامل ہیں اور یہ جمعہ اس پہلو سے وہ تاریخی جمعہ ہے کہ جس میں پہلی بار ان غیر معمولی اوقات کے علاقوں میں حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے پیشگوئی کو پورا کرتے ہوئے ہم جمعہ کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو چونکہ یہ غیر معمولی سعادت بخشی ہے اور جیسا کہ گزشتہ کچھ عرصہ سے میں جمعہ کے متعلق بتا رہا ہوں کہ اس کا جماعت احمدیہ کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے۔ پس جماعت احمدیہ کے ساتھ جمعہ کا یہ ایک اور تعلق بھی قائم ہوا ہے کہ جب سے دنیا بنی ہے ان غیر معمولی اوقات کے علاقوں میں یہ پہلا جمعہ پڑھا جا رہا ہے جس میں مرد، عورتیں اور بچے سب شامل ہیں اور سب کا تعلق جماعت احمدیہ مسلمہ سے ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی آخری زمانے کی پیشگوئیوں کو پورا کرنے کے لئے چن لی گئی ہے اور یہ سعادت ہمیں نصیب ہوئی ہے۔ پس اس کا جتنا

بھی شکر کیا جائے کم ہے۔اس پہلو سے کہ یہ ایک تاریخی حیثیت کا جمعہ ہے میں اس میں شمولیت کرنے والوں کے نام پڑھ کر سناتا ہوں تا کہ تاریخ میں وہ نام ریکارڈ ہو جائیں۔

جہاں تک میرے ذاتی خاندان کا اور تعلق والوں کا ذکر ہے، میرے علاوہ اس جمعہ میں میری بیٹی فائزہ بھی شامل ہے جن کے میاں عزیزم لقمان احمد جو حضرت خلیفہ المسیح الثالث ؒ کے صاحبزادے ہیں وہ بھی اس میں شامل ہیں۔اسی طرح میری تیسرے نمبر کی بیٹی عزیزہ یاسمین رحمان مونا بھی اس جمعہ میں شامل ہیں اوران کے میاں کریم اسد احمد خان بھی اس جمعہ میں شریک ہیں۔اسی طرح میری چوتھی بیٹی عطیۃ الحبیب طوبیٰ بھی ہمارے ساتھ جمعہ ادا کر رہی ہیں۔عزیزم لقمان اور فائزہ کے تین بچے عثمان احمد اور نداء النصر اور عدنان احمد (جو وہاں سامنے لیٹا ہوا ہے۔امید ہے جمعہ کی نماز کے وقت وہ اٹھ کر شامل ہو جائے گا) بھی اس میں شامل ہیں۔اس کے علاوہ میری پانچویں بیٹی سعدیہ نعیم جو چوہدری شاہنواز صاحب کی نواسی ہے۔جن کا ذکر میں نے جلسہ سالانہ قادیان میں ان کے نکاح کے موقع پر بھی کیا تھا، یہ بھی ساتھ شامل ہیں۔یہ تو ہمارے گھر کے افراد ہوئے اور باقی بھی سب گھر ہی کے افراد ہیں کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں درحقیقت ایک ہی خاندان کی لڑیوں میں پرو دیا ہے اور ایسے اِخوہ بنا دیا ہے کہ اس کی کوئی دنیاوی مثال دکھائی نہیں دیتی اور حقیقت میں ساری جماعت احمدیہ عالمگیر اس وقت اخوت کی ایسی لڑیوں میں پروئی گئی ہے کہ خاندانی تعلقات میں بھی ایسی محبت، ایسے خلوص کی کوئی مثال دکھائی دیتی ہے تو کم دکھائی دیتی ہے۔

ان میں میرا وہ قافلہ ہے جو میرے ساتھ سفر کیا کرتا ہے۔اس میں کچھ دفتر کا عملہ ہے۔کچھ تبشیر کا، کچھ سیکورٹی کا سٹاف ہے، ان میں پہلے تو عزیزم نبیل خالد ارشد ہیں جو ہمیشہ سفروں میں میرے ساتھ میری گاڑی کی ڈرائیونگ کے فرائض سرانجام دینے کے لئے اپنا وقت وقف کرتے ہیں اور بہت ہی خلوص اور محبت کے ساتھ ایک لمبے عرصہ سے یہ فریضہ ادا کر رہے ہیں۔کبھی کبھی کسی اور کو بھی موقع ملتا ہے لیکن اکثر ان کی خواہش یہی ہے کہ ہمیشہ یہی میری کار کی ڈرائیونگ کے فرائض سرانجام دیں۔یہ عبدالباقی ارشد صاحب کے صاحبزادہ ہیں جن کو انگلینڈ کی جماعت میں ارشد باقی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔دوسرے ہمارے ساتھ محمد اختر امینی صاحب ہیں جو رضا کارانہ طور پر اپنی کار لے کر اس قافلہ میں شامل ہوئے۔ان کے والد صاحب کا نام رحمت علی امینی ہے جو پہلے

گوجرانوالہ سے تعلق رکھتے تھے اور اب بریڈفورڈ میں آباد ہیں۔ پھر کلیم خاور صاحب ہیں جو ہمارے رشین ڈیسک کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے روسی زبان میں مہارت حاصل کی لیکن اس سفر میں روسی زبان سے تو ہم استفادہ نہیں کر سکے لیکن ان کی کھانا پکانے کی صلاحیتوں سے ہم نے فائدہ اٹھایا ہے اور قافلہ کے بعض ممبروں کا خیال ہے کہ روسی زبان سے بہتر یہ کھانا پکانا جانتے ہیں۔ خدا کرے ان کی روسی بھی بہتر ہو جائے اور کھانے سے بھی آگے نکل جائے۔ پھر مبارک احمد صاحب ظفر ہیں جو وکالت مال لندن سے تعلق رکھتے ہیں، پھر ہمارے ہادی علی صاحب چوہدری ہیں جو ایڈیشنل وکیل التبشیر ہیں۔ پھر میجر محمود احمد صاحب ہیں جو چیف سیکورٹی آفیسر ہیں اور ملک اشفاق احمد صاحب ہیں جو ان کے ساتھ ان کے نائب کے طور پر سیکیورٹی آفیسر ہیں۔

اس قافلے کا ایک حصہ وہ ہے جو اوسلو سے اس قافلہ میں شامل ہونے کے لئے آیا اور ان کے سربراہ رشید احمد صاحب چوہدری ہیں جو چوہدری غلام حسین اوورسیئر مرحوم کے صاحبزادے ہیں۔ دوسرے مظفر احمد چوہدری ہیں جو ان کے صاحبزادے ہیں اور تیسرے مرزا محمد اشرف علی صاحب ہیں جو مکرم محمد فاضل صاحب آف کوئٹہ کے صاحبزادے ہیں۔ یہ تین حضرات دو کاریں لے کر ہمارے ساتھ شامل ہوئے اور اس سارے سفر کو کامیاب بنانے کا سب سے بڑا سہرا اگر انسانوں میں سے کسی کے سر پر رکھا جا سکتا ہے تو رشید احمد صاحب چوہدری کے سر پر ہے۔ انہوں نے لمبے عرصہ کی تیاری کے بعد یہ انتظام کیا ہے۔ دو تین سال محنت کی ہے۔ سارے رستوں کا معائنہ کیا جگہوں کا جائزہ لیا۔ پھر یہ کہ کونسی جگہ بہترین ہوگی کتنے فاصلہ پر ہمیں کیمپ کرنا چاہئے اور پھر یہ کہ کتنا کھانا ساتھ لے کر پھرنا ہوگا اور کن کن چیزوں کی، کن برتنوں کی ضرورت ہوگی یہاں تک کہ مچھلی پکڑنے کا سامان بھی ساتھ لے کر چلے ہیں۔ دو کاروں میں تین آدمی اس لئے آئے ہیں کہ دراصل تین کی گنجائش بھی مشکل سے تھی۔ وہ دونوں کاریں سامان سے لبالب بھری ہوئی تھیں اور ایک کار میں تو یہ اتنا سٹور پیک کر کے ساتھ لائے ہیں کہ ہمارے قافلے والے اس کو مزاح کے ساتھ Depak کہتے ہیں۔ دیپک انگلستان میں ایک Grocery سٹور ہے جو بہت بڑا ہے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ ایک چھوٹا سا Depak سٹور ہمارے ساتھ پھر رہا ہے۔ امید ہے اب تک اس کا کچھ وزن کم ہو گیا ہوگا لیکن جاتے جاتے انشاء اللہ جس طرح اب ہمارے قافلے کے بعض لوگ کھانے کا حق ادا کر رہے ہیں امید ہے کہ

باقی وزن بھی جلد ہی ہلکا ہو جائے گا۔ رشید چوہدری صاحب کے صاحبزادہ مظفر نے بڑی محنت سے کام کیا ہے۔ بہت ہی مستعدی، غیر معمولی ہمت والے نوجوان ہیں۔ مچھلیاں پکڑنے کے بھی ماہر ہیں کل گئے تھے تو تھوڑے ہی عرصہ میں آٹھ دس مچھلیاں پکڑ لائے مگر یہ مچھلیاں پکڑنا تو ضمنی بات ہے دراصل سارا دن رات قافلے کے ساتھ محنت کرنا، ہر قسم کی ضرورتوں کو پورا کرنا، ہر قسم کے مسائل کو حل کرنے کے لئے بھاگ دوڑ کرنا، کسی چیز کی اچانک ضرورت پیش آئے تو رات کو بھی دکان کھلوا کر وہ چیز مہیا کر لینا یہ ان کا فن ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزا دے اور ایک جزا تو دے بھی چکا ہے کہ اس عظیم تاریخی جمعہ میں شمولیت کی سعادت مل رہی ہے جو انسان کی کوشش سے نہیں ہو سکتی۔ ایک شاعر نے کہا ہے کہ:

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

کہ یہ سعادت ایسی ہے جو زور بازو سے حاصل نہیں ہوا کرتی تاوقتیکہ خدا نہ بخشے جو بخشنے والا ہے یعنی عطا کرنے والا ہے۔ پس الحمدللہ کہ خدا تعالیٰ نے ہم سب کو بغیر ہماری کسی نیکی کے یہ عظیم سعادت عطا فرمائی کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی چودہ سو سال پہلے کی گئی پیشگوئی کے ایک اور پہلو کو جو دراصل اس پیشگوئی کا مرکزی نقطہ ہے اسے پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے اور اس دجال کے مقابل پر جس مسیح موعود کو کھڑا کیا گیا تھا اس کے غلاموں کو یہ توفیق عطا فرمائی ہے کہ غیر معمولی اوقات کے ان علاقوں میں پانچ باجماعت نمازیں بھی پڑھیں اور جمعہ کا دن بھی اس میں شامل ہو جائے اور تاریخ عالم کا پہلا باقاعدہ جمعہ ان غیر معمولی علاقوں میں ادا کیا جائے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔

اس علاقے کی تاریخ سے متعلق مختصراً میں بتا دیتا ہوں کہ یہ وہ علاقہ ہے جہاں پہلے lopsam قوم جو رینڈ ئیر پالنے والی ہے یہ آباد تھی اور سب سے پہلے 1030ء میں یعنی آج سے ساڑھے نو سو سال سے بھی زائد عرصہ پہلے ہولی اولاف یعنی اولاف (Holy olav, Den Helling) جو ناروے کا بادشاہ تھا اور جس نے ناروے کو اکٹھا کیا ہے۔ اسے Holy olav اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس نے عیسائیت کی خدمت تلوار سے کی ہے اور زبردستی مار کوٹ کر لوگوں کو عیسائی بنایا ہے۔ یہ عجیب قومیں ہیں ان کا دجل اس بات سے ہی خوب ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام نے اگر

دفاع میں بھی جنگ کی ہو تو ساری دنیا میں شور مچا رکھا ہے کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے، اسلام تلوار سے پھیلا ہے، یہ ظالموں کا ٹولہ ہے، یہ زبردستی دین بدلنے والا ٹولہ ہے اور عیسائیت کی تاریخ کو جانتے بوجھتے ہوئے نظر انداز کر دیتے ہیں کہ حقیقت میں اگر تلوار کے زور سے کوئی مذہب دنیا میں پھیلا ہے تو وہ عیسائیت ہے۔ان کے جو بڑے بڑے ہولی Holy بادشاہ ہیں، جن کا مقدس اولاف وغیرہ نام لیتے ہیں یہ وہ ہیں جنہوں نے اس غریب قوم کو تلوار کے زور سے عیسائی بنایا اور پھر ان کی اپنی زبان ان پر حرام کر دی۔آج سے چند سال پہلے تک یعنی ایک ''دو دہاکے'' تک یہ اس علاقے میں، اپنے ملک میں خود اپنی زبان بھی لکھ پڑھ نہیں سکتے تھے۔ یہ قانون کے خلاف تھا اور 1030ء سے لے کر پچھلے دھاکے تک یا دو دھاکے تک یہی قانون چل رہا تھا کہ لاپ قوم سے تعلق رکھنے والا کوئی انسان اپنی زبان نہ پڑھ سکتا ہے نہ لکھ سکتا ہے اور اس طرح زبردستی ان کے مذہب کو تبدیل کیا گیا۔ان قوموں پر اور بھی طرح طرح کے مظالم ڈھائے گئے لیکن مظالم ڈھانے والے Holy بن کر ابھرے یعنی مقدس وجود بن کر ابھرے کیونکہ انہوں نے عیسائیت کے نام پر یہ سارے مظالم کئے تھے۔ان سب باتوں سے صرف نظر کر لیا جاتا ہے اور اسلامی تاریخ میں کہیں ظلم کا کوئی معمولی سا قصہ ان کو دکھائی دے تو اس کو اچھال کر سارے اسلام کا منہ کالا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پس یہ بھی ایک دجل ہے جس کے مقابلہ کے لئے ہمیں پیدا کیا گیا ہے آج ہم یہاں تھوڑے ہیں۔آج آپ دیکھیں گے کہ ان کے بڑے بڑے بادشاہوں کے نام یہاں عمارتوں پر کندہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے کبھی یہ جگہ دریافت کی یا جو بعد میں آئے اور جنہوں نے کچھ کام کئے یا وہ بادشاہ جو اس ملک سے تعلق رکھنے والے تھے یا باہر سے آنے والے تھے وہ کس کس سن میں آئے ان کے نام بھی یہاں کندہ ہیں ان کی تصویریں بھی ہیں۔مختصراً میں آپ کو بتاتا ہوں کہ سب سے پہلے اس جگہ یعنی North Cape کو دریافت کرنے والا ایک انگریز تھا جس کا نام (Richard Tansler) تھا اس نے 1553ء میں یہ جگہ دریافت کی اس کے ساتھ 48 آدمیوں کا ایک قافلہ تھا۔ان کے بت ایک جگہ بنے ہوئے ہیں اور تاریخ لکھی ہوئی ہے کہ کب وہ لوگ آئے کس طرح آئے اور یہیں جہاں ہم اس وقت جمعہ ادا کر رہے ہیں اسی عمارت میں یہ تذکرے محفوظ کر لئے گئے ہیں۔

پہلا سیاح جو اپنے طور پر یہاں آیا ہے وہ اٹالین تھا۔اس کا نام فرانسسکو نیگری

(Fransisko Negari) تھا۔ یہ 1664ء میں آیا ہے۔ پھر ایک فرانسیسی شہزادہ یہ پرنس لوئی فلپ (Prince Lui Philip) جو اورلنیز کا شہزادہ تھا۔ یہ 1795ء میں یہاں آیا۔ پھر 12 جولائی 1873ء کو ناروے کا بادشاہ پہلی بار یہاں آیا اس کا نام آسکر ثانی تھا۔ پھر 1890ء میں پہلی بار یہ علاقہ سیاحوں کے لئے کھولا گیا ہے اور 1907ء میں سیام کا ایک بادشاہ کنگ چولونگ کلون (Kingchu Long Klungo) یہاں آیا اور اس طرح یہ وہ لوگ ہیں جن کی تاریخ یہاں محفوظ کی گئی ہے۔

آج ہم بھی ایک تاریخ بنا رہے ہیں اس تاریخ کی زمین والوں کی نظر میں آج کوئی بھی اہمیت نہیں کوئی قدر نہیں لیکن میں آپ کو بتاتا ہوں کہ کچھ تاریخیں ایسی ہیں جو زمین پر نہیں مگر آسمان پر محفوظ کی جاتی ہیں۔ ان تاریخوں میں سے اگر آپ دیکھیں تو بڑے بڑے انبیاءؑ کی تاریخیں ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک تاریخ بنائی اور اس زمانہ میں زمین پر جو چیزیں بھی تاریخ کی صورت میں کندہ ہوئیں ان میں موسیٰ علیہ السلام کا نام آپ کو کہیں دکھائی نہیں دے گا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی ایک تاریخ بنائی اور اس زمانہ میں زمین کے بادشاہوں نے جو تاریخ اپنی کتابوں یا لوحوں پر رقم کی اس تاریخ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی نام ونشان، کوئی ذکر آپ کو نہیں ملے گا۔ پھر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے تمام زمانے کی تاریخ بنائی تمام انسانیت کی تاریخ کا آغاز کیا اور اس زمانہ کے بادشاہوں کے لوح وقلم نے اس تاریخ کو بھی بالکل نظر انداز کر دیا لیکن یہ وہ تاریخیں ہیں جو آسمان پر لکھی گئیں اور یاد رکھیں کہ **جو تاریخیں آسمان پر لکھی جاتی ہیں وہ ضرور زمین پر اُتاری جاتی ہیں یہاں تک کہ زمین کی تاریخوں پر غلبہ پا جاتی ہیں اور زمین کی تاریخوں کی سیاہیاں مدہم پڑنے لگتی ہیں یہاں تک کہ وہ تاریک اور مبہم ہو کر نظروں سے غائب ہونے لگتی ہیں اور دنیا کی تاریخ پر وہی تاریخ غالب آتی ہے جو آسمان پر لکھی جائے۔**

پس دیکھو کہ آج حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کی تاریخ ان تمام فراعنۂ مصر کی تاریخ پر غالب آ گئی ہے۔ جو اپنے زمانہ کے بڑے بڑے جابر بادشاہ تھے جنہوں نے اتنا بھی ضروری نہ سمجھا کہ اپنے تذکروں میں کہیں موسیٰ علیہ السلام کا نام ہی لکھ چھوڑیں۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ دیکھیں۔ آپ کے بعد ۳۴ سال تک عیسائیت کا ذکر تک بھی کسی مؤرخ کے ہاں نہیں ملتا لیکن جب

خدا تعالیٰ نے یہ فیصلہ کیا کہ عیسائیت کی تاریخ جو عیسیٰ علیہ السلام نے بنائی تھی وہ آسمان سے زمین پر اترے تو وہ اس شان سے اتری کہ تمام دنیا کے تمام براعظموں پر غالب آ گئی اور آج عیسائیت کی تاریخ ہی وہ اہم ترین تاریخ ہے جو اس زمانہ سے تعلق رکھتی ہے۔ ایک وہ تاریخ ہے جس کا آغاز حضرت محمد مصطفی ﷺ نے فرمایا اور اس کے متعلق قرآن کریم کا یہ وعدہ ہے کہ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (التوبہ:۳۴) کہ یہ وہ تاریخ ہے، یہ وہ مذہب ہے جو تمام دنیا پر لازماً غالب آ کر رہیں گے یہی وہ تاریخ ہے جو باقی رہے گی جسے عزت اور فخر سے یاد کیا جائے گا اور یہی وہ مذہب ہے جس نے تمام دنیا کے مذاہب پر غلبہ پانا ہے کوئی ایک مذہب بھی ایسا نہیں رہے گا۔ جو اسلام کے سامنے کوئی حیثیت رکھتا ہو۔ یہ وہ تاریخ ہے جسے ہم از سر نو قلم کر رہے ہیں لیکن حقیقت میں یہ تاریخ اس دنیا کے تاریخ دانوں کی نظر میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی لیکن آسمان پر لکھی جارہی ہے۔ پس یہ چھوٹا سا قافلہ جو آج یہاں آیا ہے اس دنیا کی نظر میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہو گی۔ لیکن میں خدا کو گواہ ٹھہرا کر کہتا ہوں کہ ایک زمانہ آئے گا جب یہ تاریخ آسمان سے زمین پر اترے گی اور ناروے کے لوگ ہی نہیں بلکہ دنیا کی دوسری قومیں بھی فخر سے ان دنوں کو یاد کریں گی کہ جب حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی پیشگوئی کو پورا کرتے ہوئے عاجزوں کا ایک چھوٹا سا قافلہ کل یہاں پہنچا اور آج یہاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم کا نام بلند کر رہا ہے۔ خدائے واحد کا نام بلند کر رہا ہے اور یہ جمعہ یہاں ادا کر رہا ہے پس اصل تاریخ تو وہی ہے جس کا تعلق خدا سے ہو، جو خدا کی باتیں کرنے والی تاریخ ہو۔

دنیا کے بڑے بڑے بادشاہ آتے ہیں اور نکل جاتے ہیں اور اکثر کے نام تاریخ میں نفرت سے یاد کئے جاتے ہیں مگر جو تاریخ آسمان سے اترا کرتی ہے اس تاریخ کو ہمیشہ محبت سے یاد کیا جاتا ہے۔ پس قرآن کو دیکھیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرتا ہے یا دوسرے انبیاءؑ کا ذکر کرتا ہے جن کو ان کی قوموں نے تحقیر کی نظر سے دیکھا اور ادنیٰ اور معمولی سمجھ کر ان کو مٹانے اور صفحۂ ہستی سے نابود کرنے کی کوشش کی انہی کے نام ہیں جن کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے کہ وہ سلامتی کے ساتھ یاد کئے جائیں گے، ان پر سلام ہوگا، پہلوں پر بھی آخرین پر بھی۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کی کوشش کرنے والے آج کہاں ہیں جن کا دنیا میں کہیں عزت سے نام لیا جاتا ہو، اگر لیا جاتا ہے تو لعنتوں کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ ان لعنتوں کے ساتھ جو نسلاً بعد نسلٍ ان کا

اتباع کرتی چلی جائیں گی اور ایک ابراہیم علیہ السلام ہیں جن کا نام ہمیشہ سلامتی کے ساتھ لیا جاتا ہے، ایک موسیٰ علیہ السلام ہیں جن کا نام ہمیشہ سلامتی کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ ایک عیسیٰ علیہ السلام ہیں جن کا نام ہمیشہ سلامتی کے ساتھ لیا جاتا ہے اور سب سے آخر مگر سب سے بالا حضرت محمد مصطفی ﷺ ہیں جن پر اربہا ارب انسان نسلاً بعد نسل سلام بھیجتے چلے جا رہے ہیں۔ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جب آپ پر کروڑوں، اربوں، ان گنت سلام نہ بھیجے جا رہے ہوں آج ہم یہ عہد کر کے اٹھے ہیں کہ یہ سلام کا سلسلہ پھیلتا چلا جائے گا یہاں تک کہ روئے ارض پر محیط ہو جائے اور دنیا کی کوئی قوم ایسی نہ ہو اور دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہ ہو جہاں ہمارے آقا و مولا محمد مصطفی ﷺ کا نام سلام کے ساتھ یاد نہ کیا جائے۔

پس ہم ناروے کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کر رہے ہیں۔ میں ناروے کی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ کوشش کریں کہ ان علاقوں میں مقامی لوگوں سے رابطے پیدا کریں۔ وہ چھوٹے چھوٹے گاؤں جو یہاں اردگرد آباد ہیں جو نہ گرمیوں میں یہاں سے جاتے ہیں نہ سردیوں میں۔ وہ روشنی کے وقت بھی یہیں رہتے ہیں اور اندھیروں کے وقت بھی یہیں رہتے ہیں۔ وہی ہیں جو اس زمین کے باشندے اور اس زمین کی اولاد ہیں۔ ان لوگوں میں نفوذ پیدا کریں اور ان سے تعلقات بڑھانے کی کوشش کریں۔ اگر آپ ان میں احمدیت یعنی حقیقی اسلام کو داخل کر دیں تو میں تمام جماعت عالمگیر کی طرف سے ناروے کی جماعت سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر آپ کو توفیق نہ ہوئی تو ہم North Cape کے علاقوں میں انشاء اللہ دنیا کی سب سے پہلی مسجد بنائیں گے جو آج کے اس جمعہ کی یاد میں بنائی جائے گی اور نارتھ کے علاقے میں یورپ کے سب سے آخری شمالی علاقے میں بنائی جانے والی پہلی مسجد ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ لیکن پہلی ہوگی آخری نہیں ہوگی اور اس کے بعد مسجدوں کا ایک سلسلہ شروع ہوگا۔ پس میں امید رکھتا ہوں کہ ناروے کی جماعت اس کوشش کو جلد تر پایۂ تکمیل تک پہنچا کر ہمیں اطلاع بھجوائے گی کہ ہم حاضر ہیں۔ آیئے اور یہاں خدائے واحد کی عبادت کے گھر بنائیں اور امید رکھتا ہوں بلکہ یقین رکھتا ہوں کہ تمام جماعت عالمگیر یورپ کے آخری شمالی علاقے میں خدا کا پہلا گھر بنانے میں انشاء اللہ تعالیٰ ناروے کی جماعت کے ساتھ پورا تعاون کرے گی۔

اس ضمن میں اب میں آپ کے سامنے جماعت امریکہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں کیونکہ ان کی طرف سے مجھے یہ پیغام ملا ہے کہ آج یعنی جمعہ کے روز ان کے ہاں امریکہ کا جلسہ سالانہ منعقد ہو رہا

ہے جس کی تاریخیں 27-26-25 جون مقرر کی گئی ہیں اگر چہ یہاں اس وقت اڑھائی بجے ہیں لیکن امریکہ میں ابھی صبح کا وقت ہوگا۔ یہ جمعہ براہ راست تو ٹیلی کاسٹ نہیں کیا جا سکتا لیکن بعد میں انشاء اللہ کسی وقت جب سفر کے دوران جمعہ ٹیلی کاسٹ نہ ہوا تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ جمعہ دنیا میں ہر جگہ ٹیلی کاسٹ کیا جائے گا۔ اس لئے میں براہ راست ٹیلی کاسٹ پیغام کے ذریعہ تو ان تک نہیں پہنچ سکتا لیکن ہم نے یہ انتظام کیا ہے کہ امریکہ سے تعلق رکھنے والا پیغام ٹیلی فون کے ذریعہ ان تک پہنچا دیا جائے گا کیونکہ جب تک وہاں جمعہ شروع ہوگا اس وقت تک ہم انشاء اللہ تعالیٰ وہاں یہ پیغام ریکارڈ کروادیں گے۔

امریکہ کی جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ مسلسل ترقی کر رہی ہے اگر چہ ترقی کی رفتار ابھی سست ہے اور جیسا کہ مجھے امریکہ کی جماعت سے توقع تھی ویسی ترقی کے آثار ابھی پوری طرح ظاہر نہیں ہوئے۔ جہاں تک مالی قربانی کا تعلق ہے خدا کے فضل سے گزشتہ چند سالوں میں نمایاں اضافہ ہے۔ اس پہلو سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ روحانی ترقی بھی ضرور ہو رہی ہوگی کیونکہ جماعت میں مالی قربانی کا ایک گہرا تعلق جذبۂ ایمانی سے ہے۔ کوئی اور وجہ نہیں کہ کوئی انسان اپنی محنت کی کمائی ہوئی دولت کو اس طرح دین کے لئے قربان کرے جب تک کہ اللہ کی محبت دل میں نہ ہو، جب تک دین کے ساتھ ایک گہرا تعلق قائم نہ ہو اور خدمت دین کا جذبہ پیدا نہ ہو انسان کی جیب سے اپنی محنت کے کمائے ہوئے پیسے آسانی سے نہیں نکلا کرتے۔ پس یہ ایک پیمانہ ہے لیکن اس پیمانہ کے پیچھے پیچھے اس روح کی تازگی کے آثار بھی تو ظاہر ہونے چاہئیں یعنی ایمانی لحاظ سے، عبادتوں کے لحاظ سے، خدمت دین اور خدمت خلق کے لحاظ سے امریکہ کی جماعت میں ایک نمایاں ترقی کے آثار دکھائی دینے چاہئیں۔ ان کی ایک دوسری علامت ہے اور وہ یہ ہے کہ جو وجود صحت مند ہو وہ نشو ونما ضرور پاتا ہے۔ مالی لحاظ سے قربانی ایک پہلا قدم ہے جس سے خوش آئند مستقبل کی امید پیدا ہوتی ہے۔ لیکن اپنی ذات میں یہ کوئی بڑا مقصد نہیں ہے۔ ایک ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ایک ذریعہ مہیا کرنے والی بات ہے۔

اصل چیز تو تقویٰ ہے۔ اللہ کی محبت، عبادتوں میں ترقی کرنا ہے، خدمت دین میں آگے بڑھنا، اپنے وقت کو قربان کرنا اور اللہ کے فضل اور رحم کے ساتھ نشو ونما پانا یہ وہ پہلو ہیں جن میں مَیں

سمجھتا ہوں کہ امریکہ ابھی بہت پیچھے ہے۔ امریکہ کی جماعت کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے جو اپنے وقت کی قربانی نہیں دیتی اور جس طرح جماعت کو بڑھنا چاہئے اور نشو ونما پانی چاہئے اس کا عشر عشیر بھی ابھی وہاں شروع نہیں ہوا حالانکہ وہاں ایسی قومیں موجود ہیں جن قوموں کی طرف اگر جماعت رخ کرے تو وہ اثر کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں یعنی ذہنی اور نفسیاتی لحاظ سے اسلام کو قبول کرنے کی راہ میں ان کے لئے کوئی دشواری نہیں ہے، کوئی دقت نہیں ہے۔ وہ سفید فام امیر امریکن قوم جو آج دنیا پر غالب ہے اور تمام دنیا کو اپنے تابع سمجھتی ہے، زیر نگین بنائے ہوئے ہے ان کا نفسیاتی ماحول ایسا ہے کہ بظاہر مشکل دکھائی دیتا ہے کہ جب تک تکبر کے یہ حالات بدلیں نہیں، جب تک تکبر کا سر نگوں نہ ہو اس وقت تک وہ اسلام کے پیغام کو قبول کرنے کی اہلیت حاصل کر سکیں لیکن وہاں کثرت کے ساتھ مظلوم بھی تو ہیں، کثرت کے ساتھ سیاہ فام قومیں بھی تو ہیں، کثرت کے ساتھ باہر سے آئے ہوئے دوسرے ملکوں کے باشندے بھی تو ہیں جو وہاں آباد ہو چکے ہیں اور امریکن بن چکے ہیں اور بدقسمتی کے ساتھ بڑی تیزی اور سرعت کے ساتھ وہ امریکن کلچر سے مرعوب ہوتے چلے جارہے ہیں اور کلچر کے نام پر جب ان کو امریکہ میں غالب سوسائٹی کے ساتھ مدغم کر لیا جاتا ہے تو اس سے ان کے دین کو شدید نقصان پہنچتا ہے اور اکثر قومیں ایسی ہیں جن کو اب دین کی پرواہ بھی کوئی نہیں رہی۔ وہ امریکہ جا کر اس لئے آباد نہیں ہوئیں کہ انہوں نے کوئی اعلیٰ مقاصد کو سرانجام دینا تھا۔ بڑی تعداد میں ایسے سیاہ فام افریقن ہیں جو آج نہیں بلکہ کئی نسلوں سے بعض سینکڑوں سال سے امریکن بن چکے ہیں لیکن ان کے اوپر تو یہ مصرعہ صادق آتا ہے کہ

ع مَیں خود آیا نہیں لایا گیا ہوں

ان بیچاروں کو تو اختیار کوئی نہیں تھا۔ ان کو قیدی بنا کر ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں امریکہ جبراً بیچا جاتا تھا اور نہایت دردناک حالات میں ان سے غلامی کے کام لئے جاتے تھے۔ مَیں نے افریقہ کے سفر میں غانا میں وہ غاریں دیکھی ہیں جو قید خانوں کے طور پر استعمال ہوتی تھیں۔ افریقن آزاد باشندوں کو پکڑ کر زبردستی غلام بنا کر ان کے اندر ٹھونسا جاتا تھا۔

Black Hole کا نام آپ نے سنا ہوا ہے کہ ہندوستان میں اتنے آدمیوں کو زبردستی بلیک ہول میں بند کر کے ظالمانہ حالت میں رکھا گیا لیکن وہ بلیک ہول جو مَیں دیکھ کر آیا ہوں۔ وہ ایسا

خوفناک ہے کہ وہاں کے جو تاریخ کے ماہر لوگ تھے انہوں نے مجھے بتایا کہ بڑی بھاری تعداد میں لوگ سانس کی گھٹن سے اس قید خانہ میں مرجایا کرتے تھے۔ فارغ ہونے کی کوئی جگہ نہیں۔ کھانے کی کوئی فکر نہیں تھی۔ وہ سمجھتے تھے کہ جس طرح مرغیوں کو ڈربے میں دو چار دن بند کر دیا جاتا ہے تو وہ زندہ نکل آتی ہیں اس طرح وہ لوگ جتنے بچیں گے اتنے ہی سہی اور اتنے دردناک حالات ہیں کہ ان جگہوں کو دیکھ کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر جن جہازوں پر لاد کر ان کو امریکہ لے جایا جاتا تھا ان جہازوں میں ایک بڑی تعداد فاقوں سے یا بیماریوں سے سسکتی سسکتی مرجایا کرتی تھی اور کوئی ان کا پرسان حال نہیں تھا چونکہ مفت کی کمائی تھی اس لئے کوئی پرواہ نہیں تھی۔ اگر ہزار نہیں پہنچیں گے تو دوسو تو پہنچیں گے۔ وہی بڑی نعمت ہوگی۔ وہی ان کے لئے دولت کمانے کا ایک ذریعہ بن جایا کرتا تھا اور یہ کاروبار ایک بہت لمبے عرصہ تک اس زمانے میں ہوا ہے جسے یہ Civilized زمانہ کہتے ہیں۔ اس زمانے میں ہوا ہے جسے یہ انسانی تہذیب کے اور انسانی تمدن کی ترقی کا زمانہ کہتے ہیں۔ لاکھوں بلکہ اگر کروڑوں کہا جائے تو بعید نہیں کیونکہ پھر ان غلاموں کے بچے بھی غلام رہے پھر ان کے بچے بھی غلام رہے۔ پس عملاً آخر کار اس تعداد کو اگر کروڑوں شمار کیا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ کروڑوں کی تعداد میں زبردستی غلام بنا کر ظالمانہ کام لئے گئے اور یہ قومیں اسلام پر ہنستی ہیں۔ اسلام کی غلامی کی تعلیم کا تذکرہ کرتی ہیں اور اس کا مذاق اڑاتی ہیں دجل کی عجیب کیفیت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے تمام عالم پر ایک احسان فرمایا ہے۔ جب یہ بتایا کہ دجال کون ہوگا۔ کیسے ظہور کرے گا؟ کہاں کہاں اس کا اثر پہنچے گا۔ کس طرح اس کو پہچاننا اور پھر یہ بھی فرمایا کہ کوئی نبی دنیا میں نہیں آیا جو دجال کے فتنے سے اپنی قوم کو ڈرا کر نہ گیا ہو۔ پس یہ وہ فتنے کا زمانہ ہے جس میں ہمیں پیدا کیا گیا ہے۔ امریکہ کی جماعت کو چاہئے کہ اس تاریخ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان مظلوموں تک پہنچیں جو ان ظالموں کے ظلموں کا نشانہ بنے جنہوں نے عیسائیت کے نام پر دنیا میں حکومتیں قائم کی ہیں۔ آج ہم نے جو بدلہ لینا ہے وہ وہ بدلہ نہیں جو عرفِ عام میں اسلام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے یعنی ظلم کا بدلہ ظلم سے لینا۔ ہم نے ظلم کا بدلہ عفو اور اصلاح سے لینا ہے ان قوموں کی طرف رحمت کی توجہ کرنی ہے۔ انہیں انتقام پر نہیں ابھارنا۔ ان قوموں کا انتقام یہی ہے کہ یہ خدا والی قومیں بن جائیں اور آسمان پر ان کے نام لکھے جائیں اور اس تاریخ کا حصہ بن جائیں جو

جاودانی تاریخ ہو جایا کرتی ہے۔ ان قوموں کی بقا کا اور کوئی علاج ہمارے پاس نہیں اور نہ سوچا جا سکتا ہے۔ پس ایک ہی علاج ہے۔ ایک ہی احسان ہے جو آپ ان پر کر سکتے ہیں کہ ان کو اسلام میں اور حقیقی اسلام میں داخل کریں۔

اگر آج امریکہ کی سیاہ فام قومیں حقیقی اسلام میں داخل ہوں جو انتقام اور Inferioraty Complex احساس کمتری سے عاری ہوتا ہے۔ حقیقی اسلام میں احساس کمتری کے لئے کوئی جگہ کوئی گنجائش باقی نہیں۔ حقیقی اسلام تو سروں کو بلند کرتا ہے، حقیقی اسلام میں قومی انتقاموں کی کوئی گنجائش نہیں، حقیقی اسلام تو وہ ہے جو قوموں کے ظلم وستم کی تاریخوں کو یکسر مٹا ڈالتا ہے۔ انسانیت کا ایک نیا آغاز کرتا ہے جس کا آغاز محبت اور بھائی چارے پر ہوتا ہے۔ دیکھو عربوں میں بھی تو کتنی لمبی ظلم وستم کی داستانیں رائج تھیں۔ ایسی جنگیں تھیں جو دو دو سال تک لڑی گئیں۔ ایسے قبائل تھے جو دوسرے قبیلے کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ اگر ایک قبیلے کا آدمی غلطی سے دوسرے قبیلے میں چلا جاتا تھا تو وہ لازماً قتل کر دیا جاتا تھا۔ **آنحضرت ﷺ کے قدم نے وہ ساری آگ ٹھنڈی کر دی۔ رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ** (الانبیاء: ۱۰۸) **کے ایک قدم نے انتقام کے جذبہ کو بڑھا کر نہیں بلکہ انتقام کے جذبے کو مٹا کر، اس آگ کو رحمت کے پانی سے بجھا کر عرب کی کایا پلٹ کے رکھ دی۔** پس یہ وہ تبدیلی ہے جس کی امریکہ کی سیاہ فام قومیں آج محتاج ہیں۔ اس تبدیلی کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتیں۔ اس تبدیلی کے بغیر وہ اپنے کھوئے ہوئے مقام کو حاصل نہیں کر سکتیں۔ پس اہل امریکہ کو آپ نے اگر دنیا میں باقی رکھنا ہے تو ان کے ایک حصہ کو اسلام میں داخل کریں اور اسلام کی اعلیٰ اقدار ان میں جاری کریں۔

امریکہ کی وہ تمام مظلوم قومیں یا باہر سے آنے والی قومیں جو آئی ہوں یا لائی گئی ہوں، دنیا کمانے کے لئے آئی ہوں یا دنیا کمانے کی خاطر زبردستی لائی گئی ہوں ان سب قوموں کا حل اسلام میں ہے اور حقیقی اسلام میں ہے۔ پس امریکہ کی جماعت کے لئے اتنے بڑے وسیع میدان موجود ہیں اور اس کے باوجود وہ خاموش بیٹھے ہیں اور زیادہ سے زیادہ جو خوشخبری ملتی ہے کہ اس سال ہمارے ایک سو احمدی ہو گئے، ڈیڑھ سو احمدی ہو گئے اور ساری جماعت اس پر فخر کرتی ہے۔ اس پہلو سے تو فخر بجا ہے کہ ایک سو کو ہلاکت سے بچا کر ہمیں اسلام کے رحمت کے سائے میں داخل کرنے کی توفیق ملی لیکن جو

کام ہے وہ تو بہت بڑا ہے اس کے مقابل یہ گنتی قابل فخر تو نہیں قابل شرم ہونی چاہئے اس لئے حیرت انگیز نئی تبدیلیاں پیدا کریں، حیرت انگیز نئے منصوبے بنائیں، حیرت انگیز طریق پر کامل اخلاص کے ساتھ اور حکومت کے ساتھ، مسلسل محنت کے ساتھ، مسلسل نظر رکھتے ہوئے ان منصوبوں پر عملدرآمد کریں تب ہم کہہ سکیں گے کہ امریکہ کے مستقبل کے لئے کوئی نیک آثار ظاہر ہونے شروع ہوئے ہیں۔ اگر آپ نے یہ کام نہ کئے تو ان کے بغیر آپ کی مالی قربانیاں آپ کو بچا نہیں سکیں گی، آپ کی اولادیں آپ کے ہاتھ سے نکل جائیں گی، یہ معاشرہ بڑا زہریلا اور بڑا طاقتور معاشرہ ہے جس نے بڑی بڑی قوموں کو اپنے اندر جذب کر کے فنا کر کے رکھ دیا ہے۔ ان کی نہ دنیا رہنے دی ہے، نہ ان کا دین رہنے دیا ہے۔ ان کی تاریخیں مٹا ڈالی ہیں۔ پس کلچر اور معاشرے کے نام پر اسلام پر جو حملے ہو رہے ہیں اس کے مقابلے کے لئے پوری بیدار مغزی کے ساتھ آنکھیں کھول کر خود تیار ہوں۔ اپنی آئندہ نسلوں کو تیار کریں اور تیزی کے ساتھ اپنی تعداد بڑھائیں کیونکہ کلچر کے حملوں کے مقابل پر معمولی تعداد کے لوگوں کے لئے بچنے کے امکانات بہت کم ہوا کرتے ہیں۔ پھیلنے والے بچا کرتے ہیں، بڑھنے اور نشوونما پانے والے بچا کرتے ہیں۔ وہ درخت جو کونپلیں نکالتا ہے اس پر خزاں حملہ نہیں کرسکتی۔ جس کی کونپلیں نکلنی بند ہو جائیں وہ خزاں کا شکار ہو جاتا ہے۔ پس حقیقت میں بیماری اندر سے ہے جو باہر سے دکھائی دیتی ہے۔ بہار بھی درختوں کے اندر سے پیدا ہوتی ہے اور خزاں بھی ان کے اندر سے پیدا ہوتی ہے۔ پس اپنے اندر بہار پیدا کریں۔ وہ بن جائیں جن کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ

ے حق پر نثار ہوویں مولا کے یار ہوویں
بابرگ و بار ہوویں اک سے ہزار ہوویں (درثمین: صفحہ ۳۸)

ایسے بنیں گے تو آپ بھی زندہ رہیں گے اور امریکہ کی بقاء کے لئے بھی آپ ہی سامان پیدا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے۔

پیشتر اس سے کہ میں اس پیغام کو ختم کروں میں مختصراً آپ کو ایک اور قوم کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں جس کا ایک معمولی حصہ امریکہ میں پناہ گزیں ہوا ہے اور وہ ہمارے مظلوم مسلمان بوسنین بھائی ہیں۔ آج کی عصر حاضر کی تاریخ میں کوئی قوم ایسی نہیں جس پر ایسا ظلم کیا گیا ہو جیسا بوسنین پر ظلم

کیا گیا ہے اور جس ظلم میں تمام یونائیٹڈ نیشنز شامل ہوگئی ہیں کیونکہ امریکہ کی غلامی میں آج یونائیٹڈ نیشنز صرف امریکہ کا ایک بیان دینے والا نمائندہ بن چکی ہے اور یونائیٹڈ نیشن کے فیصلوں کے تابع یہ مسلسل ظلم ہو رہے ہیں جو بوسنینز پر کئے جارہے ہیں۔ایک قوم کو صفحہ ہستی سے مٹایا جارہا ہے اور ان کا قصور صرف اتنا ہے کہ وہ مسلمان ہیں ورنہ یورپ کی کوئی اور قوم اگر بوسنین کی جگہ ہوتی جو عیسائی ہوتی یا دہریہ ہوتی تو ناممکن تھا کہ اس کے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا۔پس جس ظالمانہ طور پر ان کو مٹایا جا رہا ہے جس طرح ان کے مردوں، عورتوں اور بچوں پر مظالم توڑے جارہے ہیں۔اس کی مثال ہٹلر کے زمانہ میں کچھ دکھائی دیتی ہے اس کے علاوہ انسانی تاریخ میں کم دکھائی دے گی۔قتل عام تو بہت ہوئے ہیں۔ہلاکو خان نے بھی قتل عام کئے، چنگیز خان نے بھی قتل عام کئے اور بھی بہت بڑے بادشاہ تھے جنہوں نے مشرق ومغرب میں قتل عام کئے لیکن جن مظالم کا میں ذکر رہا ہوں وہ قتل عام سے بہت بڑھ کر ہیں۔مظلوم معصوم عورتوں پر جس قسم کی زیادتیاں کی گئی ہیں، معصوم بچوں کو جس طرح آگ میں جلایا گیا ہے یا دیواروں سے سر مار مار کر ان کے پرخچے اُڑائے گئے ہیں۔ایسے ایسے خوفناک، اذیت ناک مظالم ہیں کہ ان کا تصور عصر حاضر میں تو درکنار ازمنۂ گزشتہ میں بھی ممکن نہیں وہاں بھی کبھی آپ کو ایسے خوفناک مظالم کی تاریخ دکھائی نہیں دے گی۔شاید کہیں شاذ کے طور پر ایسے واقعات ہوئے ہوں مگر اس متمدن دنیا میں اس مہذب دنیا میں جسے مہذب کہا جاتا ہے، اس دنیا میں جہاں کہا جاتا ہے کہ تہذیب وتمدن اپنے عروج پر ہیں ان سب قوموں کی آنکھوں کے سامنے ایسے دردناک مظالم توڑے جارہے ہیں جو جانوروں کی دنیا میں بھی دکھائی نہیں دیتے۔یہ وہ مظلوم قوم ہے جس کے چند افراد آج امریکہ میں بھی آباد ہیں۔میں تمام جماعت احمدیہ امریکہ کو کہتا ہوں کہ اپنی ترجیہات میں اولیت اس بات کو دیں کہ اپنے مظلوم بوسنین بھائیوں سے محبت کا سلوک کریں، انہیں اپنائیں، انہیں اپنے خاندانوں کا حصہ بنائیں، ان کی ہر طرح خدمت کریں، ان کے دین کو بھی بچائیں، ان کے کلچر کو بچائیں۔ان کو بتائیں کہ اگر آج تم نے مغربی دنیا کی ظاہری حرص وہوا سے متاثر ہو کر ویسے ہی رنگ اختیار کر لئے تو پھر دنیا میں بوسنیا کا نام ونشان باقی نہیں رہے گا۔

بسا اوقات ایسا ہوا کرتا ہے کہ ایک ملک کے باشندے زبردستی اپنے وطن سے بے وطن کر دیئے جاتے ہیں اور اس وطن میں ان کا کوئی ایک شخص بھی باقی نہیں رکھا جاتا لیکن اگر ان کے دلوں

میں اپنا وطن زندہ رہے، اگر اس وطن کو دوبارہ حاصل کرنے کی تمنا ان کے دلوں میں زندہ رہے، وہ ارادے مضبوطی کے ساتھ ان کے دلوں میں جاگزیں ہو چکے ہوں تو بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک نسل کے بعد دوسری نسل گزرتی ہے اور دوسری کے بعد تیسری گزر جاتی ہے اور تیسری کے بعد چوتھی نسل گزرتی ہے، صدیوں کے بعد صدیاں گزرتی ہیں لیکن وہ قومیں جو یہ فیصلہ کر چکی ہیں کہ ہم نے وطنوں کو اپنے سینوں میں زندہ رکھنا ہے اور ضرور حاصل کر کے چھوڑنا ہے تو ایسا بھی ہوا ہے کہ بعض دفعہ ۲،۲ ہزار سال کی مدت گزرنے کے بعد انہوں نے ان وطنوں کو پھر حاصل کیا ہے۔

یہود سے نفرت کی تعلیم تو عام مسلمان دوسرے مسلمانوں کو دیتے ہیں اور بھول جاتے ہیں کہ ان کا تعلق رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ سے ہے، بھول جاتے ہیں کہ یہود کو اسلام میں داخل کرنا ان کا اولین فریضہ ہے، نہ کہ محض نفرت کی تعلیم دینا لیکن ان کی خوبیوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ان کی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ ہے کہ فلسطین سے ان کو نکالے ہوئے تقریباً دو ہزار سال برس گزر گئے یا یوں کہنا چاہئے کہ انیس سو برس گزر چکے تھے لیکن نسلاً بعد نسل انہوں نے ایک دوسرے کو یہی تعلیم دی اور اس یاد کو زندہ رکھا اور یہ پیغام دیا کہ ہمارا وطن ہمارے سینوں میں زندہ رہے گا، ہمارا وطن ہمارے دماغوں میں زندہ رہے گا جب تک ہم فلسطین کو اپنی قوم کے لئے دوبارہ حاصل نہیں کر لیں گے ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے اس کے لئے مسلسل منصوبے بنائیں گے۔ میں یہ مانتا ہوں کہ ان کے منصوبے عیارانہ تھے، ان کے منصوبوں میں مکاری تھی، مجھے تسلیم ہے کہ ان کے منصوبوں میں ظلم کا پہلو شامل تھا لیکن میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ انہوں نے فلسطین کو اپنے سینوں میں زندہ رکھا تو دیکھیں کہ کس طرح 1900 سال کے بعد ان کو یہ توفیق ملی کہ وہ پھر اپنے وطن میں دوبارہ چلے گئے۔ پس Bosnians کو یہ بتائیں کہ ہم 1900 سال کے لمبے لیکھوں کی بات نہیں کر رہے۔ ہم خدا سے یہ دعا کریں گے اور توقع رکھیں گے کہ ہماری دعاؤں کے طفیل آپ کے ہجرت کے دن کٹ جائیں اور چھوٹے ہو جائیں لیکن آپ کو لازماً یہ عہد کرنا ہوگا کہ وہ بوسنیا جس کی سرزمین آپ کے پاؤں تلے سے نکال دی گئی ہے، جس سے آپ کو بے وطن کر دیا گیا ہے، اب آپ کے دلوں میں زندہ رہے گا، آپ کے دماغوں میں زندہ رہے گا، آپ کے کردار میں زندہ رہے گا، اگر ایک بھی ایسا بوسنین باقی ہے۔ جس کے دل اور ذہن اور جس کے کردار میں بوسنیا زندہ ہے تو خدا کی قسم اس ایک کو بھی ہماری دعاؤں سے

برکت ملے گی اور بوسنین کے لئے دوبارہ اپنے وطن واپس جانے کے سامان پیدا ہو سکیں گے۔ پس یہ وہ جذبہ ہے جو آپ کو اپنے بوسنین بھائیوں کے دماغ میں پیدا کرنا چاہئے۔ اگر یہ دنیا کے معاشرے کا شکار ہو جائیں، اگر یہ دنیا کی لذتوں کی پیروی میں مبتلا ہو جائیں تو یہ جذبہ پنپ نہیں سکتا۔

یہ وہ عزم ہے جس کے ساتھ ایک مسلسل تکلیف دہ مشقت کی زندگی برداشت کرنے کے لئے ان کو تیار ہونا ہوگا اور مسلسل ایسے پروگرام ذہن میں رکھنے پڑیں گے کہ جس کے نتیجہ میں بالآخر اس قوم میں اتنی طاقت پیدا ہو کہ وہ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ اور اس کی تائید کے ساتھ اپنے پرانے وطن کو واپس حاصل کر سکیں۔ پس میں امید رکھتا ہوں کہ امریکہ کی جماعت ان تمام نصیحتوں کو ملحوظ رکھے گی جو میں اس خطبہ میں ان سے کر رہا ہوں اور اس خطبہ کے ذریعہ ان کے ساتھ شامل ہو رہا ہوں ورنہ خالی پیغاموں اور رسمی پیغاموں میں تو کوئی بھی حقیقت نہیں ہوا کرتی۔ ایسے پیغام مانگنا بھی ظلم ہے اور جس سے مانگے جاتے ہیں اس سے بھی زیادتی اور مذاق کی حیثیت اختیار کر جاتے ہیں مگر **میں جانتا ہوں کہ جماعت احمدیہ خلیفہ وقت سے غیر سنجیدہ باتیں تصور بھی نہیں کر سکتی۔ جب وہ پیغام مانگتی ہے تو اس ارادے اور یقین کے ساتھ اور عزم کے ساتھ مانگتی ہے کہ آپ جو کچھ کہیں گے ہم اٰمنا و صدقنا کہیں گے ہم لبیک لبیک کہتے ہوئے آپ کے ہر ہر حرف کو پورا کرنے کی کوشش کریں گے پس اگر اس جذبہ کے ساتھ یہ پیغام مانگا گیا تھا تو جس جذبے کے ساتھ میں نے آپ کو یہ پیغام دیا ہے اس جذبے کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس پر عمل کریں اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔**

اب میں اس خطبہ کو یہاں ختم کرتا ہوں اور تمام عالمگیر جماعت کو مبارک باد دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ آج جماعت احمدیہ کی عظیم سعادتوں میں ایک اور سنگ میل کا اضافہ ہوا ہے۔ خدا کرے کہ اس طرح ہر روز ہر شب جماعت احمدیہ ہر پہلو سے ترقی کرتی چلی جائے اور اسلام کے غلبہ کے وہ دن جو آج ہمیں دور دکھائی دیتے ہیں ہمیں قریب دکھائی دینے لگیں۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ (آمین)